ابوسلمان شاہجہان پوری

مدرسہ دارالرشاد - پیر جھنڈا

سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کو بیدار کرنا، قرآن کے فلسفۂ انقلاب پر انہیں منظم کرنا۔ ۱۸۰۳ء کی شکست کا انگریزوں سے بدلہ لینا اور ملک کو آزاد کرانا مولانا سندھی مرحوم کی زندگی کا نصب العین تھا۔ یہ نصب العین زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی تعلیم و تربیت اور فیضانِ صحبت سے بن گیا تھا اور زندگی کے آخری لمحوں تک وہ اس مقصد کے لیے کام کرتے رہے۔

مولانا سندھی دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد سندھ تشریف لائے تو انہوں نے انہیں مقاصد دینی و ملّی کے لئے کام شروع کیا جن کی طرف حضرت شیخ الہندؒ کی تعلیم و تربیت نے رہنمائی کی تھی۔ ان مقاصد کے لیے انہوں نے امروٹ (ضلع سکھر) کو مرکز قرار دے کر ایک انقلابی جماعت تیار کی۔ محمودُ المطابع کے نام سے ایک مطبع قائم کیا۔ عربی اور سندھی کی بعض نایاب کتابیں شائع کیں۔ ہدایتُ الاخوان کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا اور قلم و قرطاس کی مجلس آراستہ کر کے خدمتِ دینی و ملّی میں مصروف ہو گئے۔ چند سال انہوں نے انہیں سیاسی مشاغل میں گزارے لیکن

دس میدان میں اُنہیں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی اور مولانا تاج محمد امروٹی کے لئے جو مولانا سندھی کے سرپرست اور بزرگ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہدایت الاخوان اور اس میں انقلابی افکار کی اشاعت وجہ ناراضگی بن گئی۔ مولانا سندھی نے پریس اور رسالہ بند کردیا۔ اب وہ کسی دوسرے میدان عمل و خدمت کی تلاش میں تھے۔ سید ابوتراب رشد اللہ صاحب العلم الرابع کو مولانا سندھی کے اس عہد تعطل کا علم ہوا تو انہوں نے ایک شخص کو مولانا سندھی کے پاس بھیجا اور گوٹھ پیر جھنڈا (ضلع حیدرآباد) میں ایک مدرسہ قائم کرنے کی دعوت دی اور اس کے لئے ہر قسم کے اخراجات کی ذمہ داری قبول کی۔ حضرت پیر صاحب العلم الرابع راشدی سلسلے کے ایک عظیم المرتبت بزرگ تھے اور دیو بندی مکتبۂ فکر سے متعلق۔ حضرت شیخ الہند سے خاص نسبت رکھتے تھے۔

مولانا سندھی فرماتے ہیں:

"لوگوں کو شاید یہ بھی معلوم نہ ہو کہ مولانا شیخ الہند کا سندھ میں کس قدر اثر تھا میرے مرشدوں کے سلسلے میں مولانا تاج محمود امروٹی حضرت پیر صاحب العلم الرابع رشد اللہ شاہ، کراچی کے مدرسہ مظہر العلوم اور گوٹھ پیر جھنڈا کے مدرسہ دار الرشاد کے متعلق علماء کی جماعتیں، سب دیو بندی اسکول سے تعلق رکھتے تھے۔"

راشدی سلسلے کے بزرگوں سے مولانا سندھی کا براہ راست تعلق بھی تھا۔ امروٹ کے قیام کے دوران میں وہ گوٹھ پیر جھنڈا آتے رہتے تھے انہوں نے پیر صاحب کے عظیم الشان کتب خانے سے استفادہ کیا تھا پیر سید رشد اللہ کی مجلس میں بیٹھے تھے، حضرت پیر سید رشید الدین علیہ الرحمہ صاحب العلم الثالث کے فیضان صحبت سے وہ خاص طور پر مستفید ہوئے تھے ان سے ذکر اسماء الحسنٰی کا علم حاصل کیا تھا۔ مولانا سندھی لکھتے ہیں

"گوٹھ پیر جھنڈا ضلع حیدر آباد میں راشدی طریقے کے پیر صاحب العلم کے پاس علوم دینیہ کا بے نظیر کتب خانہ تھا۔ میں دوران مطالعہ میں وہاں جاتا رہا اور

کتابیں مستعار بھی لاتا رہا۔ میری تکمیلِ مطالعہ میں اس کتب خانے کے فیض کو بڑا دخل تھا۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا رشید الدین صاحب العلم الثالث کی صحبت سے مستفید ہوا۔ میں نے ان کی کرامتیں دیکھیں۔ ذکر اسماء الحسنیٰ میں نے انہیں سے سیکھا۔ وہ دعوت توحید و جہاد کے ایک مجدد تھے۔ حضرت مولانا ابو تراب رشد اللہ صاحب العلم الرابع سے علمی صحبتیں رہیں۔ وہ علم حدیث کے بڑے جید عالم اور صاحب تصانیف تھے"۔

ان حالات میں ان بزرگوں کی جانب سے گوٹھ پیر جھنڈا میں مدرسہ کے قیام کی دعوت اور تعاون کی پیشکش ایک لطیفہ غیبی معلوم ہوئی۔ مولانا سندھی نے اس دعوت اور پیشکش کو قبول کرلیا۔ اور اس سلسلے کی جملہ شرائط طے پاگئیں۔ مولانا سندھی مرحوم کی ایک تحریر سے سندھ میں ان کے سیاسی و دینی کام کے پس منظر اور طریقہ کار اور مدرسہ گوٹھ پیر جھنڈا کے قیام و شرائط پر روشنی پڑتی ہے۔ اس کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں۔ مولانا سندھی لکھتے ہیں:

"آپ (حضرت شیخ الہند) ہمیں سندھ میں کام کرنے کا اور طریقہ (یعنی رسالے کے ذریعہ افکار کی اشاعت کے علاوہ) بھی سمجھا۔ ہم نے ان کے حسب ارشاد کام شروع کردیا اور کسی سے اس کا ذکر تک نہ کیا کہ ہم یہ کام حضرت شیخ الہندؒ کا بتایا ہوا کر رہے ہیں۔ بظاہر ہم اس کام کو اپنے نام سے کر رہے تھے۔ میرے مشفق بزرگ حضرت تاج محمود صاحب امروٹی کو میرا اس طرح کام کرنا پسند نہ آیا۔ چنانچہ ہم مجبور ہو گئے کہ امروٹ کی بجائے گوٹھ پیر جھنڈا (ضلع حیدرآباد سندھ) میں دارالرشاد کے نام سے ایک مدرسہ بنائیں۔ ہمیں اس مدرسہ کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے میں پورا اختیار تھا اور پیر صاحب گوٹھ پیر جھنڈا کا ہمارے ساتھ فیصلہ ہو چکا تھا کہ وہ ہمارے کام میں بالکل دخل نہ دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس عہد کو سچے دل سے نبھایا"۔

مقصد

رجب ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں مدرسہ جاری ہوگیا۔ اس کے قیام کا خصوصی مقصد علوم دینی کی تعلیم واشاعت اور ان کے انقلابی فلسفے کے مطابق طلبہ کی ایسی فکری تربیت تھی کہ وہ ہندوستان کی اجتماعی زندگی میں اپنی دینی اور سیاسی و سماجی ذمہ داریوں کو سنبھال سکیں اور اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کریں۔ مدرسہ کے بانی مسلمانوں کی ملی مترو مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کی ذمہ داریوں سے بھی بے خبر نہ تھے چنانچہ قیام مدرسہ کے مقاصد میں تبلیغ واصلاح کے نقطہ نظر سے تصنیف وتالیف کے کام بھی شامل تھے۔ اس مدرسہ کی ایک اور خصوصیت بھی تھی جو کہیں اور نظر نہیں آتی۔ مدرسہ میں "السواد الاعظم" کے نام سے ایک مجلس افتا قائم تھی جس میں مدرسہ مظہر العلوم کراچی کے اساتذہ بھی شامل تھے۔ مدرسہ دار الرشاد میں جو استفتا آتے تھے ان کا جواب لکھ کر مستفتی کو بھیجنے سے پہلے مدرسہ مظہر العلوم کو بھیج دیا جاتا تھا۔ اسی طرح مدرسہ مظہر العلوم کے اصحاب کا عمل کرتے تھے جب ایک فتوی کی جانبین سے تصدیق وتصویب ہو جاتی تھی تو گویا اسے "السواد الاعظم" کی تائید حاصل ہو جاتی تھی اور اسے مستفتی کو بھیج دیا جاتا تھا۔

اساتذہ

مولانا سندھی اس کے صدر مدرس اور مہتمم تھے۔ دیگر اساتذہ میں مولانا نجم الدین مولانا محمد احمدانی لغاری (جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان) مولانا عبد اللہ لغاری وغیرہ تھے ایک اور صاحب مولوی محمد امیر بھی آئے تھے۔ لیکن وہ ایک ہفتہ سے زیادہ قیام نہ کر سکے اور واپس پنجاب چلے گئے۔ چند سال کے بعد جب مولانا سندھی دیوبند چلے گئے تو ان کی جگہ صدر مدرس مولانا محمد لغاری ہو گئے البتہ اہتمام کی ذمہ داری مولانا سندھی پر تھی ۱۹۱۱ء میں ٹھیری (ریاست خیرپور) میں مدرسہ دار الہدیٰ قائم ہوا تو مولانا محمد کچھ مدت کے لئے صدر مدرس ہو کر دار الہدیٰ چلے گئے ۱۹۱۲ء میں صدر مدرس کے علاوہ منصب اہتمام پر بھی فائز ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۱۷ء تک کی تاریخ مدرسہ ہمارے سامنے ہے جس میں وہ صدر مدرس بتائے گئے ہیں۔ مولانا محمد لغاری ایک متبحر عالم دین تھے وہ سندھ میں

استاد الکل کی حیثیت رکھتے تھے۔ سندھ اور پنجاب میں ان کے تلامذہ کا ایک طویل سلسلہ ہے"

بعد کے زمانے میں اساتذہ کی صف میں مولانا محمد اکرم مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد علی شاہ، مولوی خدابخش، مولانا ولی محمد حاجی پوری وغیرہ کے نام معلوم ہوتے ہیں مولانا محمد اکرم مدرسہ دارالرشاد کے فارغ التحصیل تھے جو پہلے مدرس مقرر ہوئے اور ۱۹۱۵ء میں تدریس کے علاوہ اہتمام کی ذمہ داری بھی ان پر آگئی تھی۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے مولوی عبیداللہ ولی اللّٰہی کو بھی مدرسہ دارالرشاد کا شیخ الحدیث لکھا ہے۔ مدرسہ کے مدرسین میں ایک نام مولانا نورالحق کا ہے جو مولانا سندھی کے شاگرد رشید اور علوم معارف ولی اللہی کے حقیقی اندازہ شناس اور عالم تھے۔ سندھ کے ایک اور مشہور عالم دین مفتی غلام قادر جو اب مدرسہ دارالہدیٰ میں مدرس ہیں دارالرشاد میں صدر مدرس شیخ الحدیث اور مفتی کے مناصب جلیلہ پر فائز رہ چکے ہیں۔

دارالرشاد۔ نواب شاہ

۱۹۱۲ء میں مولانا سندھی پیر صاحب جھنڈا کی مدرسہ میں مداخلت کی وجہ سے ناراض ہوکر دو اساتذہ مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا عبداللہ لغاری کو لے کر نواب شاہ چلے گئے اور مولوی محمد صالح اور قاضی عبدالرزاق کو ساتھ ملاکر دارالرشاد کے نام سے ایک مدرسہ قائم کر دیا۔ مولانا سندھی مرحوم تو یہاں زیادہ عرصہ قیام نہ کر سکے، چند دنوں کے بعد دہلی چلے گئے جہاں انہوں نے مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم کیا تھا۔ البتہ دوسرے اساتذہ چند سال تک اس مدرسہ کو چلاتے رہے۔ مولانا عبداللہ لغاری کا نام گوٹھ پیر جھنڈا کے مدرسین میں ۱۹۱۵ء میں دوبارہ نظر آتا ہے۔

خدمات اور تلامذہ

دارالرشاد نے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علوم و معارف کے تعارف اور اشاعت میں بڑی خدمت انجام دی۔ آج سندھ کے علمی و دینی حلقوں میں شاہ صاحب کے نام ان کے علمی کاموں افکار کا جو چرچا ہے۔ اس میں

سب سے بڑا حصہ دارالرشاد کے اساتذہ، طلباء اور اس کے فیض یافتگان کا ہے۔ دارالرشاد کے فیض یافتہ زندگی کے جس میدان میں بھی گئے انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے آخری مرکز علمی دارالعلوم دیوبند سے رشتہ نہیں توڑا۔ سندھ میں دینی علوم کی اشاعت میں دارالرشاد کے تلامذہ نے شجاعت اور سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ مدرسہ دارالہدیٰ ٹھیڑی دارالرشاد کا دینی فیضان ہے ٹھیڑی کے قاضی عبداللہ علیہ الرحمہ بانی مدرسہ دارالہدیٰ نے اپنے دو بیٹوں مولانا حبیب اللہ اور مولانا عزیز اللہ کو دارالرشاد میں تعلیم دلوائی۔ مولانا حبیب اللہ دارالہدیٰ کے مدرس اول اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور مولانا عزیز اللہ نے مسند درس و تدریس کو رونق بخشی بعد میں مدرسہ دارالہدیٰ کے مہتمم ہوئے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب جو آجکل شاہ ولی اللہ اکیڈمی سے وابستہ اور الولی والرحیم کے ایڈیٹر ہیں۔ مولانا سندھی کے شاگرد رشید اور دارالرشاد کے سابق طالب علم ہیں۔ ان کے علاوہ سندھ کی ایک مایہ ناز شخصیت اور علوم ولی اللہی کے ماہر ڈاکٹر محمد علی شاہ، سندھ کی مشہور شخصیت حکیم محمد معاذ مرحوم (نواب شاہ) مولانا ضیاء الدین ابن پیر رشید الدین صاحب العلم الرابع شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری مرحوم اور سندھ کے ایک عالم دین اور صاحب قلم مولانا مفتی عبدالقادر لغاری وغیرہ دارالرشاد کے فیض یافتگان تھے۔ ان میں سے بعض حضرت دارالرشاد میں مسند درس وتدریس کو بھی رونق بخش چکے تھے۔ مفتی عبدالقادر لغاری نے الرحیم (سندھی) کے شمارہ ایک اور دو میں دارالرشاد کے بارے میں معلومات مرتب کر دی ہیں۔ اس میں سنہ ۱۹۱۶ء تک کے فارغ التحصیل ہونے والے بہت سے اصحاب کے نام بتائے ہیں۔ یہ وہ اصحاب علم وعمل ہیں جنھوں نے سندھ کی علمی، دینی، تہذیبی، سیاسی تاریخ بنائی ہے حافظ حکیم محمد یعقوب خاندان راشدیہ کی علمی دینی خدمات کے بارے میں لکھتے ہیں

"مدرسہ دارالرشاد سے ہزاروں عالم باعمل پیدا ہوئے جنھوں نے ملک کے مختلف علاقوں میں دینی علوم کی تعلیم وتدریس کی مسندیں آراستہ کیں اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے قائم کئے۔ یہ تعلیمی مدارس اور تبلیغ کے سلسلے نہ صرف سندھ بلکہ

بلوچستان، مکران، کچھ اور پنجاب تک پھیلے ہوتے ہیں۔ اور ان کا فیضان آج تک جاری ہے۔"

سیاسی میدان میں بھی اس کی فکر و خدمت کا پیمانہ بلند ہے۔ دارالرشاد کے اساتذہ کی سیاسی فکر و خدمت کے اثرات مقامی اور وقتی نہ تھے بلکہ کل ہند سطح کے اور دائمی تھے۔ اس تاریخی حقیقت کا بہت کم لوگوں کو علم ہوگا کہ ترک موالات کی تحریک کے اصل مجوز دارالرشاد کے ایک فاضل استاد تھے۔ مولانا سندھی لکھتے ہیں!

"لوگوں کو یہ معلوم ہوکر حیرت ہوگی کہ نان کو آپریشن کی تحریک جو خلافت کے زمانے میں کانگریس نے قبول کی ہے وہ مدرسہ دارالرشاد کے ایک دیوبندی استاد مولانا نورالحق کی تجویز تھی۔"

علمی سیاست میں بھی دارالرشاد کے اساتذہ اور تلامذہ نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تحریک آزادی وطن میں انھوں نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔ قافلہ احرار کی رہنمائی کی۔ پیچیدہ سیاسی مسائل کی گتھیوں کو سلجھایا۔

دسمبر ۱۹۳۹ء میں سندھ کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں فسادات کا ناگوار واقعہ پیش آیا۔ جس سے سندھ کی معاشرتی اور تمدنی زندگی تہ و بالا ہوکر رہ گئی۔ مولانا سندھی کی فکر کے مطابق یہ بات مسلمانانِ ہند کے مفاد اور سندھ کی مستقبل کی زندگی کے لئے سخت خطرناک تھی مولانا سندھی امن و امان کے قیام اور مقامی ہندووں کے دلوں میں مسلمانوں کا اعتماد پیدا کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کی اور دارالرشاد کے مرکز سے ۹/ جنوری کو حیدرآباد کے دیہات میں وفود بھیجنے شروع کیے۔ انہوں نے گاؤں میں پہنچ کر وہاں کے مسلمانوں کو جمع کر کے انہیں سمجھایا کہ وہ ہندوں کو اپنا بھائی سمجھ کر ان کی حفاظت اس طرح کریں جیسے اپنے عزیزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

انہوں نے تحریک آزادی کے دور سے لے کر قیام پاکستان کے بعد آج تک ملک وملّت کی فلاح بہبود کے کسی تقاضے کو نظر انداز نہیں کیا اور ملک کی تعمیر و ترقی اور ملّت کی رہنمائی کے ہر مرحلے پر نہایت سرگرمی کے ساتھ حصّہ لیا۔

دورِ آخر

جب مولانا سندھی اپنی طویل جلا وطنی کے بعد ۱۹۳۹ء میں دوبارہ سندھ تشریف لائے وہ اگرچہ دارالرشاد میں جم کر نہ بیٹھ سکے۔ اب ان کی حیثیت ایک کل ہند سیاسی و مذہبی رہنما کی تھی لیکن انہوں نے مدرسہ کے جدید انتظامات اور طلبہ کی تعلیم پر توجہ دی۔ اس میں ان کی کوشش رہی کہ تمام کاموں سے فارغ ہوکر وہ گوٹھ پیر جھنڈا کے گوشۂ علمی و تعلیمی دارالرشاد میں جاکر بیٹھ جایا کریں اور طلبہ کو قرآن کے سیاسی، معاشی انقلابی افکار اور شاہ ولی اللہ کے علوم و معارف سے آشنا کریں۔ چنانچہ وہ جب بھی گوٹھ پیر جھنڈا پہنچتے تو اونچے درجے کے طلبہ کی ایک جماعت کو اپنی تعلیم و تدریس، تجربات و مشاہدات اور افکار سے ضرور مستفید فرماتے۔

قیام پاکستان کے بعد اس کے قدیم اساتذہ نے اس کی خصوصیات اور امتیازات کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی۔ لیکن جماعت اسلامی سے وابستہ بعض اساتذہ نے اس کے امتیازات اور خصوصیات کو ملیا میٹ کر دیا۔ انہوں نے مدرسہ کو اپنے ڈھب پر چلانے کی کوشش کی۔ دوسرے اساتذہ سیاسی مقاصد کی راہ میں ان کے ہم سفر نہ ہو سکے۔ مدرسہ کا سابق نصب العین نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ طلبہ منتشر ہو گئے اور اساتذہ نے اپنے گھر کی راہ لی۔ یہ حادثہ ۱۹۶۰ء کے کچھ عرصہ بعد وقوع پذیر ہوا تھا۔